۷۸۶

فرمان باری

واللہ یہدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم

بندگی کی صراط مستقیم

مرتبہ

حضرت مولانا الحاج محمد احتشام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مجلس اصلاح امت، الہ آباد، یو۔ پی۔ الہند

کچھ کتاب اور مصنف کتاب کے بارے میں

حضرت مولانا محمد احتشام الحسن صاحب کاندھلوی نے جو حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے شاگرد اور مرید ہونے کے ساتھ ہی اور نسبتی بھی تھے ۱۹۶۷ء میں یہ رسالہ شائع فرمایا تھا جس میں اللہ کے دین کی دعوت اور اس کی سربلندی کے لئے کی جانے والی کوششوں کو صحیح رخ دینے اور قرآن حدیث کی روشنی میں اس کے طریقے کار کی وضاحت کی تھی۔ اور آخر میں ضروری انتباہ کے عنوان سے موجودہ تبلیغی جماعت کے سلسلے میں اپنے خیالات اور موقف کو بھی ظاہر فرمایا تھا۔ چونکہ موصوف ایک طویل عرصہ تک حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے زیر نگرانی کام کر چکے تھے اور کئی کتابیں بھی مولانا الیاس صاحبؒ کے حکم پر تصنیف کی تھیں اس لئے تمام اہل تعلق میں ان کی رائے کی بڑی اہمیت تھی۔ بالکل شروع میں جب اس کام کی بنیاد ڈالی جا رہی تھی مولانا موصوف ہی حضرت مولانا الیاس صاحب کی قوت بازو تھے۔ اور اپنی مخلصانہ جدوجہد نیز تحریروں کے ذریعہ اس نو پید دینی تحریک کو پروان چڑھانے میں ان کا بڑا حصہ تھا۔ لیکن مولانا الیاس صاحب کے بعد کام میں انہوں نے جو تغیرات اور تبدیلیاں دیکھیں اس سے دل برداشتہ ہوئے اور مرکز نظام الدین میں قیام ترک کر کے اپنے وطن کاندھلہ میں مقیم ہو گئے۔ اسی دور میں یہ رسالہ لکھ کر اپنے ان خیالات کا اظہار فرمایا۔ موسس اول کے معتمد علیہ ہونے اور گہرے رشتے کی وجہ سے ان کی رائے کافی وزن رکھتی تھی۔ لیکن یہ رائے سامنے آنے کے بعد اپنوں کی جانب سے انہیں کیا کیا جھیلنا پڑا یہ کہانی بڑی طویل بھی ہے اور پر درد بھی۔ بعض اہل علم سے مراسلت و مکاتب بھی ہوئی لیکن موصوف اپنی رائے اور اپنے موقف پر جمے رہے۔ لوگ دل کی بھڑاس نکالتے رہے اور وہ تصویر خاموشی بنے رہے۔

یہ ان کی جرأت رندانہ ہی تھی کہ پورا ماحول یکسر مخالف ہونے کے باوجود بھی انہوں نے اعلان و اظہار کی ہمت کر ڈالی۔ اپنے جن شدید احساسات کی بنیاد پر انہوں نے اظہار حق کی یہ جرأت کی تھی جسے اس وقت کوئی تسلیم کرنے کے لئے آمادہ و تیار نہیں تھا آج وہ سب کے مشاہدہ میں ہے۔ اس وقت وہ تنہا اور اکیلے تھے لیکن آج کی صورت حال بالکل بدلی ہوئی ہے۔ اور بقول شاعر

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

آج بحمدہ تعالیٰ اظہار حق کرنے والوں اور اس پر جمنے والوں کا ایک پورا قافلہ اور کارواں ہے جو سنت و شریعت کی حفاظت اور دین کے نام پر بد دینی کی دکان چلانے والوں کو ہدایت کی روشنی دکھانے کے لئے سرگرم عمل ہے۔ بہت سے علمائے کرام انفرادا و اجتماعا حسب توفیق اپنے اپنے طور پر یہ فرض منصبی ادا کر رہے ہیں۔ انہیں اہل حق میں سے ایک قافلہ کا نام مجلس اصلاح امت ہے جو اکابر علماء کی سرپرستی میں احقاق حق و ابطال باطل کا فرض ادا کر رہی ہے۔

یہ رسالہ نایاب تھا۔ مجلس اصلاح امت نے اس کو دوبارہ شائع کرنے کی ضرورت محسوس کی اور بڑی تلاش و جستجو کے بعد ایک نسخہ حاصل کر کے اس کی از سر نو کتابت کروائی اور افادۂ عام کی غرض سے شائع کرنا چاہا۔ مضمون میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی گئی سب جوں کا توں ہے بس نیا پیراہن دے کر اسے عوام و خواص کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔

مجلس اصلاح امت الہ آباد یو پی۔ الہند

ستمبر ۲۰۱۶ء

فاتحہ کتاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العلمين ٥ الرحمن الرحيم ٥ ملك يوم الدين ٥ اياك نعبد و اياك نستعين ٥ اهدنا الصراط المستقيم ٥ صراط الذين انعمت عليهم ٥ غير المغضوب عليهم ولا الضالين ٥ أمين

سب ستائش اس اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے ہے۔ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ جزا کے دن کا مالک ہے۔

خدایا ہم صرف تیری ہی بندگی کرتے ہیں۔ اور صرف تجھ ہی سے اپنے کاموں میں اعانت چاہتے ہیں۔ ہدایت عطا فرما ہمیں ہماری زندگی کے لئے اپنی صراط مستقیم کی اپنے ان لوگوں کے راستہ کی جن پر تو نے انعام فرمایا ہے نہ ان پر تیرا غضب ہے اور نہ وہ گمراہ ہیں۔ آمین

یہ قرآن مجید کی ابتدائی سورت ہے جس سے اللہ رب العلمین نے اپنی کتاب کا افتتاح فرمایا ہے جس میں خدا تعالیٰ کی خدائی اور اس کی ربوبیت کاملہ تامہ کا اعتراف ہے۔ وہ بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ وہی روز حشر اپنے تمام بندوں کے اعمال کا اچھا بدلہ دینے والا ہے۔ اس اعتراف حقیقت کے بعد اپنی جانب سے اس امر کا اقرار ہے کہ ہم صرف تیری ہی عبادت کریں گے۔ کسی اور کی بندگی نہ کریں گے۔ اور تیرے ہی سے اپنے جملہ امور میں اعانت طلب کریں گے کسی اور سے چارہ جوئی نہ کریں گے۔

اس کے بعد اس صراط مستقیم کی جانب رہنمائی کی درخواست ہے جو اس کے مقبول اور برگزیدہ بندوں کا ابتداء سے صحیح راستہ ہے۔ جن پر نہ کبھی کوئی عتاب ہوا ہے اور نہ وہ صحیح راستہ سے ہٹے ہیں۔ جب یہ سورت ہم ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھتے ہیں اور خدا کی خدائی اور بندگی و بیچارگی کے اعتراف و اقرار کے بعد اس کی بارگاہ سے اپنی زندگی کے لئے بندگی کی صراط مستقیم کی التجا کرتے ہیں تو ہمیں معلوم بھی ہونا چاہئے کہ وہ صراط مستقیم کیا ہے؟ جو صراط مستقیم ازل سے ہے اور ہمیشہ کے لئے ہے اور تمام انسانوں کے لئے ہے وہ اس قدر مخفی اور پوشیدہ نہیں ہو سکتی جس کو کوئی سمجھ بھی نہ سکے۔ جس ہدایت کے لئے پورا قرآن نازل کیا گیا ہے اس کو چھوڑ کر پس پشت ڈال کر کوئی دوسرا ہدایت کا راستہ کبھی فلاح و نجات نہیں پہنچا سکتا۔

زندگی کے لیے صراط مستقیم کیا ہے؟

آج پوری دنیا اضطراب و بے چینی میں مبتلا ہے۔ ہر سمت ہلاکت و تباہی کے اسباب روز افزوں ہے۔ کسی گوشہ میں سکون و اطمینان اور سلامتی و امن کی فضا نظر نہیں آتی۔ اس میں اسلامی ممالک اور غیر اسلامی ممالک میں کوئی فرق و امتیاز نہیں آسمانی آفتیں ہر جگہ آ رہی ہیں اور خود انسانی مصنوعات بھی بنی نوع انسانی کی تباہی کے سامان فراہم کر رہی ہے۔ کیا یہ ایٹم بم آفت ہی تو نہیں جو ہمارے ہی ہاتھوں تیار کرائی گئی ہے۔

اے روشنی طبع تو بر من بلا شدی

خالق کائنات نے انسان کو پیدا فرمانے سے پہلے اس کی روحانی اور مادی زندگی کے لئے اصول و ضوابط بھی پیدا فرمائے تھے۔ مادی زندگی کے لئے قانون قدرت ہے جس

سے انسان یک سر مو تجاوز نہیں کرسکتا اور روحانی زندگی کے لئے قانون فطرت ہے جس کو دین فطرت کہتے ہیں ۔کوئی انسان اس کو ماننے پر مجبور نہیں ۔یہاں انسان کو ایک گونہ اختیار دیا گیا ہے ۔اور اسی پر انسانی ترقی کا مدار ہے۔

غرض جس طرح انسان کے مادی گذران کے لئے انسان کی پیدائش سے ہزاروں سال پہلے تکوینی نظام قائم کیا گیا ۔اسی طرح اس کی روحانی ترقی اور پرواز کے لئے بھی ایک ضابطہ حیات اور دستور زندگی مقرر کر لیا گیا جس کو تشریعی نظام کہتے ہیں جو ابتدا سے ہے اور رہتی دنیا تک کے لئے ہے اور اسی پر انسان کی دارین کی ترقی اور نجات وفلاح موقوف ہے۔ جب اس میں کسی قسم کا بگاڑ اور فساد پیدا ہو جاتا ہے تو قانون قدرت کے موافق اس کا انتقام لیا جاتا ہے انسان کو اس میں دم مارنے کی گنجائش نہیں۔

ارشاد خداوندی ہے ۔ولن تجد لسنة اللہ تبدیلاہ (اور ہرگز نہ پاؤ گے تم اللہ کی عادت میں تبدیلی)۔ولن تجد لسنة اللہ تحویلاہ (اور ہرگز نہ پاؤ گے تم اللہ کی عادت میں گردش)۔ ومن یعمل سوء ا یجز بہ ہ (اور جو شخص کرے گا برائی تو اس کا بدلہ دیا جائے گا)۔

عادۃ اللہ ہمیشہ سے یہی ہے اور عادات خداوندی میں تغیر وتبدل نہیں ہوتا کیا یہ ہماری تباہ کاریاں اسی کا تو خمیازہ نہیں؟

یہ روحانی نظام زندگی انبیاء اور رسولوں کے ذریعہ دنیا میں بھیجا گیا ۔ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی اور رسول آئے ،مختلف زمانوں اور ملکوں میں آئے جن کا آغاز ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا ۔اور انجام انبیاء ورسولوں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا۔

آپ کو ایک جامع ضابطۂ حیات دے کر بھیجا گیا جو رہتی دنیا تک تمام نوع انسانی کی صلاح و فلاح کا متکفل و ضامن ہے اور کامل و مکمل قانون خداوندی ہے۔ جس کے تحفظ و بقا کا خود پروردگار عالم کی جانب سے وعدہ کیا گیا ہے۔ جو قیامت تک اسی طرح محفوظ رہے گا جیسا کہ نازل کیا گیا تھا۔ آپ پر سلسلۂ نبوت و رسالت کو ختم کر دیا گیا اور تمام نسل انسانی کو آپ کی امت دعوت قرار دے دیا گیا۔

اب یہاں چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) اصل دین کیا ہے؟ جو تمام الہامی خدائی مذاہب میں مشترک ہے۔ اور متفقہ مقاصد ہیں۔

(۲) انبیاء اور رسولوں اور الہامی کتابوں کے بھیجنے کا مقصد کیا ہے؟

(۳) سلسلۂ نبوت و رسالت جو ابتداء سے نوع انسانی کی رہنمائی کر رہا تھا نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کیوں کیا گیا جب کہ نوع انسانی رہتی دنیا تک ہدایت ربانی کی محتاج ہے۔ اور یہ ضرورت روزافزوں ہے۔

اگر ان تینوں سوالوں کو صحیح طور پر حل کرلیا جائے تو وجوہ فساد خود واضح ہو جائیں گی۔ اور معلوم ہو جائے گا کہ ملت اسلامیہ خیر امم ہونے کے باوجود آج کیوں ذلت و نکبت میں مبتلا ہے جو روزافزوں ہے۔

ظهر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس، (ظاہر ہوا ہے فساد خشکی اور دریا میں اس وجہ سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا) ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ،(جو مصیبت بھی تم کو پہنچی ہے تو تمہارے ہاتھوں کی کمائی

کی وجہ سے ہے) وما ظلمھم اللہ ولکن ظلموا انفسھم ، (اور نہیں ظلم کیا ہے ان پر اللہ نے لیکن انہوں نے خود ہی اپنے پر ظلم کیا ہے)۔

اس سلسلہ میں جو میری ناقص تحقیق ہے اس کو پیش کرتا ہوں تا کہ اس پر سنجیدگی کے ساتھ غور کر لیا جائے چنانچہ نمبر وار ہر سوال کے متعلق اپنی ناقص معلومات پیش ہیں۔

(۱)

پروردگار عالم نے حضرت آدم علیہ السلام کو اس کرۂ ارضی کی کیچڑ سے بنایا اور علم فہم کی دولت سے نواز کر مسجود ملائکہ بنایا۔ اس وقت ابلیس نے کبر وغرور کی وجہ سے سرکشی کی اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور مردود ازلی ہوا۔ تو ابتداء ہی سے فرمانبرداری اور نافرمانی کی دو راہیں کھل گئیں۔ اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ فرمانبرداری کی راہ فرشتوں کی رحمانی راہ ہے۔ اور نافرمانی کی راہ شیطانی راہ ہے جس کی جانب قیامت تک شیطان لوگوں کو بلاتا رہے گا۔ جس کا آغاز بھی جنت ہی سے ہو گیا تھا اور شیطان نے حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کو ورغلایا۔

یہ مہلت بھی اس کو پروردگار عالم ہی کی جانب سے مصلحۃً دی ہوئی ہے۔ پروردگار عالم نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی تمام ذریات کو نکالا اور ان سے اپنی ربوبیت اور خدائی کا اقرار کرایا۔ جس کا تقاضا بندگی فرمانبرداری ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ و اذ اخذ ربك من بنی اٰدم (الیٰ) قالو بلیٰ (اعراف) اور جب نکالا تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے ان کی پشتوں سے ان کی ذریات کو اور ان کو ان کی جانوں پر گواہ بنایا کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں سب نے کہا ہاں بیشک!

پھر دوسرا معاہدہ انبیاء ومرسلین سے یہ لیا گیا۔و اذ اخذ الله میثاق النبیین (الیٰ) فمن تولّیٰ بعد ذالك فاولٰئك هم الفسقون ٥ (آل عمرٰن) اور جب لیا اللہ تعالٰی نے نبیوں سے عہد کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم سے پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول جو سچا بتادے تمہارے پاس والی کتاب کو اس رسول پر ضرور ایمان لانا اور اس کی ضرور مدد کرنا۔فرمایا کیا تم نے اقرار کرلیا اور اس پر میرا عہد قبول کرلیا؟ بولے اقرار کیا۔فرمایا تو اب تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں پھر جو کوئی پھر جاے گا اس کے بعد تو وہی لوگ ہیں نافرمان۔

یہ دوسرا معاہدہ بھی نبیوں کے ذریعہ ان کے متبعین سے ہی لیا گیا ہے۔انہیں عہدو پیمانوں کی جانچ اور امتحان کے لئے ذریات آدمؑ کو روئے زمین پر بھیجا گیا ہے۔ارشاد خداوندی ہے۔ افحسبتم انما خلقنكم عبثا و انكم الينا لا ترجعون ٥ (کیا تم گمان کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے بیکار اور تم لوگ ہماری طرف نہ لوٹائے جاؤ گے)

ان دونوں عہدو میثاق پر نظر کرنے سے چند امور سامنے آتے ہیں۔

(الف) اللہ رب العٰلمین کی ربوبیت وخدائی اپنی بندگی وفرمانبرداری کا عہد۔

(ب) انبیاء ومرسلین اور سابقہ الہامی کتابوں کی تصدیق وتوثیق۔

(ج) سیدالانبیاء والمرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم پر ایمان ویقین۔

(د) دین محمدی کی نصرت وحمایت اور تسلیم وتصدیق۔

انہیں امور پر سورہ فاتحہ مشتمل ہے جو تمام قرآن مجید کا خلاصہ اور لب لباب ہے۔ پورا قرآن مجید اس کی توضیح وتشریح ہے اور انہیں امور کا قبر میں مردہ سے سوال کیا جائے گا۔

من ربك (تیرا پروردگار کون ہے) وما دینك (اور تیرا مذہب کیا ہے) وما هذا الرجل الذی بعث فیكم (اور یہ شخص کون ہیں جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمہاری طرف بھیجے گئے) جیسا کہ حضرت براء ابن عازب کی حدیث میں مذکور ہے۔ (مشکوۃ از احمد وابی داؤد)

پس واضح ہوگیا کہ یہی امور اصل دین ہیں جو تمام سابقہ شرائع میں مشترک ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں، ایں بزرگواراں در اصول دین متفق اند وکلمۂ ایشاں واحد است در ذات وصفات تعالیٰ وتقدس وحشر ونشر وارسال رسل ونزول ملک وورود وحی ونعیم جنت وعذاب جحیم بطریق خلود وتابید اختلاف ایشاں در بعض احکام است کہ بہ فروع دین تعلق دارد (مکتوبات مجددیہ مکتوب نمبر ۲۳ جلد اول)۔ ترجمہ: یہ انبیاء کا برگزیدہ گروہ سب کے سب اصول دین میں متفق ہیں اور حق تعالیٰ وتقدس کی ذات وصفات اور حشر ونشر اور رسولوں کی بعثت اور فرشتوں کے نزول اور وحی کے ورود اور نعمائے جنت اور عذاب آخرت کے دائمی ابدی ہونے میں ان سب کی بات ایک ہے ان میں اختلاف بعض احکام میں ہے جو فروع دین سے تعلق رکھتے ہیں۔

یہ اصول مسلمہ بیان فرما کر اسی مکتوب میں حضرت مجدد صاحبؒ فروع میں اختلاف کی وجہ اور ان اصول متفقہ کی مزید تشریح وتوضیح بیان فرمائی ہے۔ ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامع جمع کمالات اسمائی وصفاتی است ومظہر جمیع انبیاء است بر سبیل اعتدال کتابے کہ بروے منزل شدہ است خلاصہ جمیع کتب سماوی است کہ بر سائر انبیاء علیہم السلام منزل شدہ اند۔ (حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اسمائی

اور صفاتی کمالات کو جامع ہیں اعتدال کے ساتھ تما انبیاء کرام کے مظہر ہیں۔ جو کتاب آپ پر نازل کی گئی ہے تمام الہامی کتابوں کا خلاصہ ہے جو تمام انبیا علیہم السلام پر نازل کی گئی ہیں۔

وایضاً شریعتے کہ آں سرور اعطا فرمودہ اند زبدہ جمیع شرائع ما تقدم است واعمالے کہ بمقتضائے ایں شریعت حقہ است منتخب از اعمال شرائع سابقہ است بلکہ از اعمال ملائکہ نیز...........دریں شریعت از اعمال امم سابقہ وملائکہ مقربہ خلاصہ از زبدہ آں را انتخاب کردہ امور ساختہ اند (مکتوب ۹۷ جلد اول)

نیز جو شریعت کہ آنسرور علیہ الصلوۃ والسلام کو عطا فرمائی گئی ہے تمام سابقہ شرائع کا خلاصہ مقصود ہے اور جو اعمال شریعت حقہ کے بموجب مقرر کئے گئے ہیں وہ شرائع سابقہ کے مقررہ کردہ اعمال بلکہ فرشتوں کی اعمال سے بھی منتخب ہیں اس شریعت حقہ میں، امم سابقہ اور مقرب فرشتوں کے اعمال سے خلاصہ کر کے جوہر مقصود انتخاب فرما کر محمد بہ کو اس کا مامور مکلف فرمایا ہے۔

ان میں پہلی تین باتیں تو بالکل صاف ہیں۔ ان میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں قابل توجہ اور غور اس عہد ومیثاق کا آخری جزء (یعنی دین محمدی کی نصرت حمایت) ہے کیونکہ اس موثق عہد ومیثاق میں محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ویقین پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ پوری تاکید کے ساتھ آپ کے دین کی نصرت وحمایت کا بھی عہد ومیثاق لیا گیا ہے۔

اس کی اہمیت اس امر سے اور زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے کہ رسول اللہؐ نے پورے تیرہ سال مسلسل اپنے کو قبائل عرب پر پیش فرمایا اور ان سے اللہ ورسول پر ایمان کے علاوہ دین کی نصرت وحمایت کا بھی مطالبہ فرمایا۔ حالانکہ آپ کو اللہ رب العزت کی نصرت وحمایت کا پورا

یقین ووثوق حاصل تھا۔ آپ کو دوسروں کی نصرت وحمایت کی اصلاً حاجت نہ تھی۔ چنانچہ ادنی امتیوں نے کفار ومشرکین کے نرغوں میں تن تنہا بے خوف وخطر اسلام کی دعوت کو پہنچایا۔ اور کامیاب ہوئے ہیں۔ [1]

اب اس کا باعث اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ چونکہ دین حق کی نصرت و حمایت کا عہد اس میثاق ازلی میں داخل تھا۔ اس لئے آپ اس کو امت سے پورا کرانا چاہتے تھے۔ تا کہ پورے میثاق کی ادائیگی ہو جائے اور کوئی جزء نا تمام نہ رہے چنانچہ پروردگار عالم کا مومنوں کو حکم ہے۔

یاایھا الذین امنوا کونوا انصار اللہ کما قال عیسی ابن مریم للحواریین من انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصار اللہ۔ (اے ایمان والو ہو جاؤ تم دین کے مددگار جیسا کہ جب کہا عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہ کون ہے میرا مددگار اللہ کے دین کے لئے تو کہا حواریوں نے ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں۔

اس سے پہلی آیت میں جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب دی گئی پھر اس آیت میں مومنوں کو دین خداوندی کی نصرت وحمایت کا حکم دیا گیا جس سے مراد جہاد ہے کیونکہ جہاد سے مقصود یہی نصرت دین ہی ہے۔

(۲)

انسان کو پہلے عقل وشعور اور علم وفہم کی دولت دی گئی۔ پھر اس سے اپنی خدائی اور

---

[1] حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور دیگر بزرگان دین کے بکثرت واقعات ہیں کہ کس طرح ان بزرگوں نے کفرستان میں پہونچ کر اسلام کی دعوت لوگوں کو پہنچائی اور ان کو اسلام کا گرویدہ بنایا۔۱۲

عبادت وفرمانبرداری کا مستحکم عہدو میثاق لیا گیا۔ لیکن محض عقل وشعور اور علم وفہم پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ انسان کی صحیح رہنمائی اور مزید یاددہانی کے لئے انبیاء اور رسولوں کی برگزیدہ اور مقدس جماعت کو بھیجا گیا اور ان کے ذریعہ اپنے احکام کتابوں اور صحیفوں کی شکل میں بھیجے۔

ابتداء آفرینش سے انبیاء اور رسولوں کے سردار خاتم النبیین نبی آخر زمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ونبوت تک ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ورسول بھیجے گئے۔

سب کی اصل دعوت ایک تھی۔ ایک ہی پیام تھا اور ایک ہی مقصد حیات تھا، یعنی پروردگار عالم کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے اور نافرمانی وسرکشی کی راہ اختیار نہ کی جائے۔ یہی زندگی اور بندگی کی صراط مستقیم ہے۔

پس انبیاء اور رسولوں کی بعثت درحقیقت اس میثاق ازلی کی یاددہانی بھی ہے اور مخلوق خدا کی صحیح رہنمائی بھی ہے اور مخلوق کے لئے آخری حجت خداوندی ہے جس کے بعد آخرت میں بازپرس اور گرفت کی جائے گی۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل ۔(تاکہ نہ رہے لوگوں کے لئے اللہ پر حجت رسولوں کے آنے کے بعد)۔

اسی لئے روز حشر کافروں سے کہا جائے گا۔

الم یأتکم رسل منکم یتلون علیکم ایات ربکم وینذرونکم لقاء یومکم ھذا ۔(کیا نہیں آئے تمہارے پاس رسول تم ہی میں سے جو تم پر تمہارے پروردگار کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں تمہارے اس دن کے حال سے ڈراتے تھے)

اس آخرت کی دائمی سزا کے علاوہ پروردگار عالم نے تنبیہ اور تہدید کے لئے اپنی

سرکشی نافرمانی کے نتائج دنیا میں بھی دکھائے ہیں، اور سرکشوں اور نافرمانوں کو ان کی سرکشی اور نافرمانی کی پاداش میں ہلاک اور برباد بھی فرمایا ہے تاکہ دوسروں کے لئے یہ تباہی و بربادی تازیانہ عبرت بنے وہ آخرت کے برے انجام سے آگاہ ہوں۔

نوع انسانی کی سابقہ تاریخ پوری شہادت دے رہی ہے کہ جس قوم نے اللہ اور اس کے احکام سے سرتابی اور سرکشی کی ایسی طرح تباہ و برباد ہوئی کہ روئے زمین پر اس کا نام و نشان تک نہ رہا۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وکاین من قریة عتت عن امر ربها و رسله فحا سبناها حسابا شديدا و عذبناها عذابا نكرا فذاقت وبال امرها وكان عاقبة امرها خسرا ۔(اور کتنی آبادیاں سرکشی کی انہوں نے اپنے پروردگار اور اس کے رسولوں کے حکم سے پس گرفت کی ہم نے ان کی سخت گرفت اور سزا دی ہم نے انہیں انوکھی سزا پس چکھ لیا انہوں نے اپنے کرتوت کا وبال اور ہوا ان کے کرتوت کا انجام خسارہ)۔

مخلوق کو یہ سزائے عبرت بھی اسی وقت دی گئی جب کہ ان کے پاس رسولوں کو بھیج کر ان کو حق وصداقت سے آگاہ کر دیا گیا۔ارشاد خداوندی ہے۔

وما كان ربك مهلك القرئ حتى يبعث فى امها رسولا يتلوا عليهم اياتنا وما كنا مهلكى القرئ الا و اهلها ظالمون ۔(اور نہیں ہے تمہارا پروردگار کسی آبادی کو ہلاک کرنے والا جب تک کہ اس کے مرکز میں رسول نہ بھیجے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے اور نہیں ہیں ہم کسی آبادی کو ہلاک کرنے والے مگر اس وقت جب کہ اس آبادی والے ظالم ہوں)۔

اس سے انبیاء اور رسولوں اور الہامی کتابوں کے بھیجنے کی غرض وغایت بخوبی واضح ہوگئی۔ وہ مخلوق کی ہدایت کے لئے بھی بھیجے گئے اور مخلوق کے لئے اتمام حجت بھی تھے تاکہ دینوی اور اخروی سزا میں وہ لوگ اپنی بے خبری اور لاعلمی کا عذر نہ پیش کرسکیں۔

انبیاء سابقین کی دعوت اور اس کے نتائج اور رواقعات کو مختلف اسلوبوں کے ساتھ قرآن مجید میں باربار ذکر کیا گیا ہے جو کفار ومشرکین کے لئے درس عبرت بھی ہیں (بشرطیکہ ان تک ان واقعات ونتائج کو پہنچا بھی دیا جائے)۔

اور مسلمانوں کے لئے درس عمل بھی ہیں (بشرطیکہ وہ اس عمل جدوجہد کو اختیار بھی کریں جس کی وجہ سے ان کو باربار دھرا گیا ہے)۔

اور یہ ذمہ داری علماء امت پر زیادہ عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کو انبیاء سابقین کا وارث اور جانشین قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل العلماء ورثۃ الانبیاء ۔(میری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کے مانند ہیں علماء امت انبیاء کرام کے وارث ہیں۔

یہاں یہ حقیقت بھی قابل غور ہے کہ قرآن مجید میں انبیاء سابقین کے واقعات میں اس کا باربار اظہار کیا گیا ہے۔ کہ ان پر بہت کم لوگ ایمان لائے۔

وما آمن معه الا قليل ۔(اور نہیں ایمان لائے ان کے ساتھ مگر تھے لوگ)

حضرت نوح علیہ السلام جیسے جلیل القدر رسول کی ساڑھے نوسو سالہ دعوت کے نتیجہ میں اسی اشخاص نے ایمان قبول کیا۔ اور انہیں اشخاص نے کشتی میں سوار ہوکر عذاب الہی سے نجات پائی باقی تمام قوم غرق آب ہوکر ہلاک ہوئی جس سے بخوبی یہ بات واضح ہوجاتی ہے

کہ دین کی دعوت خود ایک مطلوب اہم مقصود امر ہے کیونکہ قرآن مجید کلام الٰہی ازلی ہے۔ اور پروردگار عالم علام الغیوب ہے اور علیم وخبیر ہے۔

ان نتائج کے علم کے باوجود انبیاء سابقین سے دینی دعوت میں جد وجہد کراتا اور ان کو ہر نوع کے مصائب اور مشکلات میں مبتلا کرنا دعوتِ دین کی اہمیت کو بخوبی واضح کر رہا ہے۔

پھر جس قدر جس نبی ورسول نے دین حق کی دعوت میں جد وجہد کی مصائب اور مشکلات برداشت کیے اسی قدر بارگاہ خداوندی میں مقرب ہوا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقرب خداوندی کا اعلیٰ ترین ذریعہ دعوتِ دین میں جد وجہد ہے جس کو پروردگار عالم نے اپنے پاکیزہ بندوں برگزیدہ رسولوں کے لئے پسند فرمایا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں کہ

انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیہم کہ بہترین کائنات اند بشرائع دعوت کردہ اند و درنجات برآں ماندہ اند ومقصود از بعثت ایں اکابر تبلیغ شرائع است ۔ پس بزرگترین خیر است سعی در ترویج شریعت ست واحیاء حکمے از احکام آں علی الخصوص درزمانیکہ شعائر اسلام منہدم شدہ باشند کروڑہا در

انبیاء کرام صلوٰۃ اللہ وتسلیماتہ علیہم نے جو کائنات ہستی کے بہترین افراد ہیں شرائع الہیہ کی دعوت دی ہے اور نجات کا اسی کو معیار قرار دیا ہے اور ان اکابر کی نبوت وبعثت ومقصود ہی شرائع کی تبلیغ ہے پس ہر امر خیر سے بزرگ تر خیر شریعت کی ترویج میں سعی اور جد وجہد ہے۔ اور شریعت میں سے کسی حکم کو زندہ کرنا ہے خصوصاً اس زمانہ میں کہ شعائر اسلام منہدم

راہ خدا عزوجل خرچ کردن برابر آں نیست	ہورہے ہیں کروڑوں روپیہ ہائے عزوجل کے
کہ مسئلہ از مسائل شرعیہ رواج دادن	راستہ میں خرچ کرنا مسائل شرعیہ میں
چہ دریں فعل اقتدا بانبیاء است کہ بزرگترین	سے کسی ایک مسئلہ کے رواج دینے کے برابر
مخلوقات اند علیہم الصلوات والتسلیمات	نہیں ہے کیونکہ اس فعل میں انبیاء کرام کی
ومشارکت ہست باآں اکابر و مقرراست	اقتداء ہے۔ جو بزرگ تریں مخلوقات ہیں علیہم
کہ کامل تریں حسنات ایشاں مسلم فرمود	الصلوات والتسلیمات اور ان اکابر کی ہمنوائی
اند خرچ کردن کروڑہا غیراز یں اکابر	ہے۔ اور یہ امر قطعی ہے کہ کامل ترین حسنات
رانیز میسراست (مکتوب ۸۴ جلد اول)	ان بزرگواروں کو عطا ہوئی ہیں اور کروڑوں
	خرچ کرنا تو ان اکابر کے علاوہ دیگر لوگوں کے لئے بھی میسر ہے۔

سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم نے بعثت ونبوت کے بعد پورے تیرہ سال متواتر مسلسل دین حق کی دعوت پہنچائی اور ہر نوع کے مصائب اور مشکلات کو برداشت فرمایا۔ یہی حال ان اصحاب کا تھا جو آپ پر ایمان لائے تھے۔ ہر صحابی اسلام کو قبول کرنے کے بعد اپنے کو اسلام کا داعی سمجھتا تھا۔

مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران میں تقریباً دو ثلث قرآن مجید نازل ہوا۔ جس میں دعوت کے مقاصد اور دلائل اور انبیاء سابقین کی دعوت کے واقعات اور نتائج کو واضح کیا گیا اور ان کی عملی جد وجہد اور عزم واستقلال کو کھول کھول کر بیان کیا گیا تا کہ امت مسلمہ کے لئے نمونہ عمل ودلیل راہ بنے۔ اس طرح جب انفرادی دعوت کی ہر طرح پوری تکمیل ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ ہجرت کا حکم دے دیا گیا۔

پس تمام انبیاء کرام کا مخصوص کام اور ان کی بعثت کا اصل مقصود دین کی دعوت اور شریعت الہیہ کو دوسروں تک پہنچانا ہے اور اس کو پھیلانا اور رواج دینا ہے، تا کہ مخلوق خدا دائمی عذاب سے نجات پائے۔

جس طرح عقل وفہم کی رہنمائی ابتداء سے ہے اور آخر تک کے لئے ہے۔ اسی طرح نبوت ورسالت کی ہدایت ورہنمائی بھی ابتداء سے ہے اور آخر تک کے لئے ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ انبیاء سابقین کی نبوت عام نہ تھی اور ہمیشہ کے لئے نہ تھی بلکہ مخصوص قوموں کے لئے تھی اور محدود زمانوں کے لئے تھی۔ اسی لئے ان کی شرائع کے تحفظ اور بقاء کا اہتمام نہ کیا گیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت عام ہے، تمام انسانوں کے لئے ہے اور ہمیشہ کے لئے ہے جس کی ادائیگی فرد واحد سے ظاہری طور پر کسی طرح نہیں ہوسکتی۔ اس لئے آپ کی دعوت میں آپ کا اتباع کرنے والوں کو بھی شامل کر دیا گیا جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے۔

قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی و سبحان اللہ وما انا من المشرکین۔ (اے محمدؐ اعلان کر دو یہی ہے میرا راستہ کہ بلاتا ہوں اللہ کی طرف علی وجہ بصیرت میں بھی اور وہ شخص بھی جس نے میرا اتباع کیا ہے اور اللہ پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

اب جب تک روئے زمین پر آپ کا اتباع کرنے والے رہیں گے دین حق کی دعوت کا سلسلہ برابر جاری رہے گا۔

اس طرح انفرادی بعثت ونبوت کے سلسلہ کو آپؐ پر ختم کر کے دین حق کی دعوت کی

ذمہ داری آپ کی امت پر عائد کردی گئی۔ کیونکہ آپ کا ہر امتی آپ کا متبع اور پیرو ہے۔ اور آپ کی امت کو '**امت داعیہ**' قرار دے دیا گیا جو رہتی دنیا تک اقوام عالم کی رہنمائی کرے۔

یہی وجہ ہے کہ تمام نوع انسانی جن و بشر رہتی دنیا تک آپ کی '**امت دعوت**' ہے جس تک دین کی دعوت کا پہنچانا آپ کی امت اور آپ کے متبعین کی ذمہ داری ہے۔ مگر اس کے لئے دو اہم شرطیں لازم ہیں جو خود اسی آیت میں مذکور ہیں۔

اول یہ کہ علی وجہ البصیرت یقین و وثوق کے ساتھ اللہ کے دین کی طرف دعوت دی جائے۔

دوسرے کہ نفس کی جانب دعوت کا شائبہ بھی نہ ہو صراحۃً اس کی براءت ہو اور کسی دوسری غرض کی آمیزش اور آویزش سے بالکل خالی ہو۔ کیونکہ یہ بھی شرک ہی کا ایک شعبہ ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے مستغنی و بے نیاز اور پاک ہے۔

اس منصب عظیم کی جانب سے امت محمدیہ کو دیگر امم اور اقوام عالم پر آمرانہ اختیارات دیئے گئے اور اس کو '**خیر امت**' کا خطاب عطا کیا گیا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتؤمنون بالله ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر و لولٓئك هم المفلحون ۔(اے امت محمدیہ تم خیر امت ہو تمہیں لوگوں کے نفع کے لئے بھیجا گیا ہے تم بھلائی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور ہو تم میں ایسی جماعت جو خیر کی جانب دعوت دے اور بھلائی کا حکم کرے اور برائی سے باز رکھے اور وہی لوگ فلاح والے ہیں جو اس کام کو انجام دیتے ہیں۔

حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہؓ کی تفسیر کے مطابق امر معروف سے مراد دین کا اتباع کرنے کا حکم ہے اور نہی منکر سے مراد کفر وشرک سے باز رکھنے کا حکم ہے اس امر کو میں تفصیل سے مستقل بیان کر چکا ہوں۔

اس تفصیل سے امت مسلمہ کا اصل فرض منصبی بھی معلوم ہو گیا اور یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ دین حق کی دعوت کا سلسلہ جو انبیاء سابقین کے ذریعہ جاری تھا۔ ختم نبوت کی وجہ سے وہ بند نہیں ہوا۔ بلکہ اس کی پوری ذمہ داری امت مرحومہ ملت اسلامیہ پر عائد کی گئی ہے تا کہ جو کام پہلے افراد اور اشخاص سے لیا جا رہا تھا آئندہ اس کی ادائیگی اجتماعی طور پر جماعتی نظم سے ہوتی رہے۔

اسی لئے علمائے امت نے ہر دور میں اسلام کی دعوت کو فریضہ اسلامی قرار دیا۔ بعض علماء امت نے دلائل کی عمومیت کی وجہ سے اس کو فرض عین قرار دیا ہے اور دیگر بعض نے عام صلاحیت کے فقدان کی وجہ سے اس کو فرض کفایہ قرار دیا ہے تفاسیر اور شروح احادیث سے اس کی تفصیل معلوم ہو سکتی ہے۔ یہ امر بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ اگر کسی فرض کفایہ کی بقدر کفایت وضرورت ادائیگی نہ ہو رہی ہو تو پھر وہ فرض عین کے حکم میں ہے۔ اور ہر مسلمان اس کی ادائیگی کا ذمہ دار ہوتا ہے تا وقتیکہ بقدر کفایت وضرورت اس کی ادائیگی کا انتظام نہ ہو جائے۔

دعوت دین کی اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر ہر اسلامی بستی میں پانچ وقت دعوت اسلام کے اعلان عام کو ضروری قرار دیا گیا۔ اور اس کو اہم شعائر اسلام سے قرار دیا گیا ہے۔ یہ پانچ وقت اذان کا اصل مقصود اور مفہوم ہے۔ (جس کی وضاحت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے اپنی تصانیف میں اچھی طرح فرمائی ہے) یہی وجہ ہے کہ شیطان اذان کی

آواز سے بھاگتا ہے۔ اور اس حد تک بھاگتا ہے کہ یہ آواز اس کے کانوں تک نہ پہنچے کیونکہ یہ شیطانی دعوت کا اصل توڑ ہے۔ اور باطل دعوتوں کے مقابلہ میں دعوت حق کا اعلان عام ہے۔ اسی لئے اذان کی اجابت وقبولیت کو مسلمانوں کے لئے بھی ضروری قرار دیا گیا ہے۔ [1]

اس امر پر بھی غور کر لینا ضروری ہے کہ جب الفاظ دعوت میں یہ قوت وتاثیر ہے کہ شیطان اس کو سن کر بھاگتا ہے تو اصل دعوت میں کس قدر قوت و طاقت ہوگی؟ مگر افسوس اور صد افسوس غیر مسلم تو درکنار ہم خود بھی اس حقیقت کی جانب متوجہ نہیں۔ اگر اذان ہی کے معنی اور مفہوم کو ذہن نشین کر کے ہم دوسروں تک پہنچا دیں تو کسی نہ کسی حد تک ہم اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو سکتے ہیں۔

غرض منصب نبوت ورسالت کو اگر چہ درجہ کمال وتمام تک پہنچا کر نبی آخر زماں صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا گیا مگر نبوت ورسالت کی ہدایت ختم نہیں کی گئی بلکہ اس کی ذمہ داری اس امت پر عائد کی گئی ہے جو روئے زمین پر پھیلی ہوئی ہے۔ اور اپنے اطراف وجوانب کی خیر خواہی اور صحیح رہنمائی کی ذمہ دار ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔

الدین النصیحۃ — دین اسلام سراسر خیر خواہی ہے

مدینہ منورہ ہجرت کے بعد رسول اللہؐ نے اس انفرادی دعوت کو اجتماعی نوعیت دی اور اطراف وجوانب میں دعوتی وفود بھیجے اگر چہ ہجرت سے قبل بھی آپ نے بعض صحابہ کرام کو ان کے قبائل میں دعوت دینے کے لئے بھیجا ہے۔ چنانچہ آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو قبیلہ اشعری میں بھیجا اور حضرت ابوذر غفاریؓ کو قبیلہ غفار اور قبیلۂ اسلم میں بھیجا اور حضرت عمرو

---

[1] اس کو تفصیل کے ساتھ میں اپنے رسالہ فضائل اذان واقامت اور عظمت نماز میں بیان کر چکا ہوں۔ ۱۲

بن مرۃؓ کو قبیلہ جہینہ میں بھیجا اور حضرت عامر خضرمی رضی اللہ عنہ کو قبیلہ بنی عبد قیس میں بھیجا اور حضرت صعب بن عمیرؓ کو اہل مدینہ منورہ میں بھیجا تا کہ وہ ان قبائل کو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کی دعوت دیں اور ان تک شرائع اسلام پہنچائیں۔

لیکن ہجرت کے بعد یہ دعوتی وفود کا سلسلہ علانیہ جاری ہوگیا۔اور آپ نے سرداران قوم اور شاہان عالم کو دعوتی خطوط بھی بھیجے اور باطل طاقتوں کو زیر کرنے کے لئے معاندین کے ساتھ جنگ وقتال بھی فرمایا تا کہ دعوت حق کی قبولیت میں کوئی رکاوٹ نہ رہے۔

وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين لله ۔(اور قتال کرو تم ان سے یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے اور دین اللہ کے لئے ہوجائے)۔

ہر ایک کو مذہبی آزادی حاصل ہو مذہب کے بارہ میں کسی پر جبر و اکراہ نہ ہو۔ارشاد باری ہے۔

لا اكراه فى الدين قد تبين الرشد من الغى ۔(مذہب کے بارہ میں جبر واکراہ نہیں کیونکہ رشد وہدایت گمراہی سے ممتاز ہوگیا ہے)

یہ جہاد فی سبیل اللہ اور قتال فی سبیل اللہ ہے جس کے متعلق اوامر و احکام اور اصول وہدایات مدینہ منورہ کے دوران قیام میں نازل ہوئے۔

اس سلسلہ کی بکثرت آیات اور تفصیلی واقعات بھی قرآن مجید میں موجود ہیں اس جہاد و رقتال کا مقصد ملک گیری، زراندوزی نہ تھا بلکہ کلمہ حق کو سربلند کرنا تھا اور باطل کو سرنگوں کرنا تھا۔

لتكون كلمة الله هى العليا ۔(تا کہ اللہ کی بات ہی سربلند رہے)۔

چنانچہ چالیس سال (دس سال عہد نبوت اور تیس سال عہد خلافت راشدہ) کے قلیل عرصہ میں روئے زمین پر حق غالب آگیا اور باطل طاغوتی طاقتیں اور جبروتی سلطنتیں ٹکرا کر پاش پاش ہو گئیں۔ اور وہ کعبہ محترمہ جو ہجرت سے پہلے صنم خانہ بنا ہوا تھا۔ نسل انسانی کے لئے مرکز توحید اور خدا پرستی کا گہوارہ بن گیا۔

جاء الحق وزهق الباطل، ان الباطل كان زهوقا۔ (غالب آگیا حق اور مٹ گیا باطل، بے شک باطل مٹنے ہی کے لئے ہے)

امت مسلمہ کو شر و فساد کے انسداد کے لئے جنگ وقتال کا اسی لئے حکم دیا گیا تا کہ اس کی آمرانہ حیثیت برقرار رہے۔ اور روئے زمین پر اس کو اقتدار اعلیٰ حاصل رہے۔ لیکن یہ اسی وقت ہے جب کہ اس کا مقصد حیات روئے زمین سے شر و فتنہ کا انسداد اور رشد و ہدایت کی اشاعت و ترویج ہو اگر یہ نہیں تو پھر وہ بھی نہیں۔

جب جہاد فی سبیل اللہ کی غرض و غایت پر نظر کی جائے گی تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ یہ ملت اسلامیہ کا وہ اہم فریضہ ہے۔ جس کو کسی حال میں بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔

الجهاد ماض الى يوم القيامة (اوكما قال)۔ جہاد قیامت کے دن تک جاری رہے گا۔

کیونکہ ملت کا عروج و فروغ اسی سے وابستہ ہے اور جس وقت بھی ملت میں ضعف و انحطاط آئے گا اور مقصد بعثت چھوٹ جائے گا۔ دنیا سے خیر مفقود ہو جائے گا اور شر و فساد کی وبا عام ہو جائے گی انسانی خوبیاں مٹ جائیں گی اور شیطانی باتوں کا عروج و فروغ ہوگا۔

سنن ابی داؤد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا تم بیع عینہ کرنے لگو گے۔ اور حیلوں کو اختیار کرلو گے اور کھیتی کو پسند کرلو گے اور جہاد فی سبیل اللہ (یعنی جد وجہد) کو چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ایک ذلت مسلط فرمائے گا جس کو اس وقت تک تم کو نہ ہٹائے گا جب تک تم اپنی دین کی طرف رجوع نہ کرو گے۔ یعنی جب تک تم اللہ کے دین کے لئے جہاد اور جد وجہد اختیار نہ کرو گے اس وقت تک تمہارے اوپر سے وہ ذلت ونکبت دور نہ ہوگی جو تم پر مسلط کی گئی ہے کیونکہ اس کا اصل باعث دین کے مقابلہ میں دیگر مقاصد حیات کی اہمیت ہے اور اپنے مقصد حیات کو چھوڑ کر دیگر کمینہ مشاغل میں اشتغال وانہماک ہے۔

ارشاد نبوی میں 'جہاد فی سبیل اللہ' کو دین سے تعبیر فرمانا اس امر کی کھلی دلیل ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ مہمات دین سے ہے جس سے ملت اسلامیہ کا عروج وابستہ ہے۔ اسی حقیقت کی جانب خلیفہ اول امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنی بیعت کی تکمیل کے بعد اپنے پہلے خطبہ میں صحابہ کرام کو متوجہ فرمایا اور دوران خطبہ میں فرمایا۔

"تم میں سے کوئی بھی جہاد کو نہ چھوڑے کیونکہ جو قوم بھی اس کو چھوڑ دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر ذلت مسلط فرما دیتے ہیں (محاضرات الخضری جلد اص ۲۵۲)

یہ قوموں کے عروج وزوال کا فلسفہ ہے کیونکہ کوئی قوم بھی اپنی ملی خصوصیات کی جد وجہد کو چھوڑ کر اپنی ملی وجود اور امتیازی خصوصیات کو قائم اور برقرار نہیں رکھ سکتی۔

ان ارشادات کے مطابق اب اگر مسلمان ذلت ونکبت سے خلاصی پا سکتے ہیں تو صرف جہاد فی سبیل اللہ اور دعوات الی اللہ ہی سے پا سکتے ہیں جو تمام انبیاء کرام کی بعثت اور

مصلحین عالم کی مساعی کا خلاصہ اور مقصد عظمیٰ ہے۔

جو طریق ابتداء اسلام میں مسلمانوں کی عزت وشوکت کا باعث بنا وہی طریق اب بھی مسلمانوں کو قعر مذلت سے نکال کر اوج کمال تک پہنچا سکتا ہے جیسا کہ امام مالکؒ سے منقول ہے[۱]

لن یصلح اخر ھذ الامۃ الا ما اصلح اولھا۔(اس امت کی آخر دور میں اسی طریق سے اصلاح ہوگی جس طریق سے اول دور میں اصلاح ہوئی)۔

اگر چہ معاندین کے ساتھ جنگ وقتال کرنا جہاد کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے۔پھر بھی جہاد فی سبیل اللہ جنگ وقتال میں محصور نہیں۔جنگ وقتال کے مقاصد اگر بے جنگ وقتال کے دیگر ذرائع سے حاصل ہو جائیں تو وہ ذرائع بھی جہاد فی سبیل اللہ میں داخل ہیں۔

چنانچہ مدینہ منورہ ہجرت سے پہلے تیرہ سال تک قریش مکہ کے ساتھ زبانی جہاد کا سلسلہ جاری رہا۔جب زبانی جہاد کے تمام مراحل طے ہو گئے۔ارشاد وتلقین اور دعوت وتبلیغ کے تمام طریقے آزمائے گئے تب قریش کے ساتھ تلوار سے جہاد کی نوبت آئی اور جنگ وقتال نے تعصب وہٹ دھرمی کا خاتمہ کیا۔حق وباطل میں ٹکراؤ ہوا حق غالب آیا اور باطل ٹکرا کر پاش پاش ہوا۔ذلك تقدير العزيز العليم اسی لئے جہاد کو عام رکھا گیا اور ان تمام مساعی کو جہاد قرار دیا گیا جو اسلامی دعوت کے عروج وفروغ کے لئے اختیار کی جائیں۔

رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ہے تم مشرکوں سے جہاد کرو اپنے اموال سے بھی اور اپنی جانوں سے بھی اور اپنی زبانوں سے بھی (سنن ابی داود)

---

[۱] مجھے ایک عالم کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ یہ امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔۱۲

زبانی جہاد اور زبانی مدافعت میں قلمی جہاد اور قلمی مدافعت بھی داخل ہے کیونکہ قلم زبان کا ترجمان ہے اور بات اس حد تک پہنچا تا ہے جہاں تک رسائی سے زبان قاصر ہے۔ زبانی جہاد کے اثرات وقتی ہوتے ہیں اور قلمی جہاد کے نقوش دیر پا ہوتے ہیں اور صدیوں تک باقی رہ سکتے ہیں۔

واعدوا لھم ما استطعتم ۔ (اور تیاری کرو تم ان کے مقابلہ کے لئے جس کی بھی تم طاقت رکھتے ہو)۔

یہ قلمی جہاد اور علماء امت کی دماغی کاوشوں ہی کا نتیجہ ہے کہ اس فکری اور عقلی دور میں بھی اسلامی افکار واصول تمام نظریات سے بھاری ہیں۔ اور ہر دور میں غالب رہے اور رہیں گے۔

لایزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق ۔ (ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ حق پر غالب رہے گا)۔

کوئی مذہب وملت اس حیثیت سے بھی اسلام کے مقابلہ میں نہیں آسکتی سابقہ مذاہب اسی لئے ردوبدل اور نیست ونابود ہوئے کہ قلمی جہاد کے تعاون سے خالی تھے۔ آج ان کی الہامی کتابوں کے صحیح نسخوں کا بھی وجود نہیں ہے۔ جب کہ اسلامی تاریخ کے ہر دور کی علمی مساعی کتابی اوراق پر منضبط اور منقوش ومحفوظ ہے۔ و انا لہٗ لحا فظون۔

حق وباطل کے بارہ میں عادت خداوندی یہ ہے کہ حق کو واضح کر کے پہنچا دیا جاتا ہے۔ جب حق بات دماغوں میں پہنچ جاتی ہے تو باطل خیالات دماغوں سے نکل جاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

بل تقذف بالحق علی الباطل فید مغہ فاذا ھوا زاھق ۔ (بلکہ ہم حق کو

باطل پر پھینک کر مارتے ہیں وہ کھوپڑیوں کو توڑ کر دماغوں میں پہنچتا ہے تو باطل مٹ جاتا ہے)۔

قرآن مجید میں جگہ جگہ حق و باطل کو روشنی اور تاریکی سے تعبیر فرمایا ہے۔پس جس طرح تاریکی اس وقت تک دور نہیں ہوسکتی جب تک روشنی نہ آئے ۔اسی طرح باطل کی ظلمت اس وقت تک زائل نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس کے سامنے نور حق نہ آئے ارشاد باری ہے۔

قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا ۔(اے محمدؐ اعلان کر دو کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل مٹنے ہی کے لئے ہے۔

اس دور میں تبلیغ و دعوت اور اسلامی اصول کی عام نشر و اشاعت کی اہمیت اور ضرورت اور بھی زیادہ بڑھ گئی ہے۔کیونکہ آج دنیا میں اصولی نظریاتی سرد جنگ چھڑی ہوئی ہے اور طاقت نشر واشاعت کے ہاتھ میں ہے۔غلط سے غلط اور باطل سے باطل گمراہی کو نشر و اشاعت کے ذریعہ مقبول عام بنایا جا سکتا ہے۔پھر بھی امور حق اور اصول دین وفطرت کو دوسروں تک پہنچانے میں کوتاہی عقل وفہم میں آنے والی بات نہیں ہے۔

دین حق کے فطری اصول کے مقابلہ میں چونکہ باطل نظریات کی اشاعت ودعوت زیادہ سے زیادہ پھیل رہی ہے۔اسی لئے دین حق روز بروز مضمحل ہو رہا ہے۔باطل پھیل رہا ہے اور حق کی روشنی ماند پڑ رہی ہے۔فوا اسفا

خصوصاً جب کہ انسانیت کی نجات وفلاح بھی اسلامی اصول سے وابستہ ہے کیونکہ اسلام کے خلاف جس قدر بھی نظریات زندگی قائم کیے گئے تھے وہ آج ناکام ہی نہیں بلکہ نوع انسانی کی تباہی اور بربادی کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

اس امر پر بھی غور کر لینا ضروری ہے کہ پروردگار عالم نے سید الانبیاء والمرسلین علیہ

الصلوۃ والتسلیم کو تمام نسل انسانی کے لئے قیامت تک کے لئے رسول و نبی ہادی و رہنما، بشیر و نذیر بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ آپ کی نبوت و رسالت کسی خاص قوم خاص ملک اور مخصوص زمانہ کے لئے نہیں بلکہ تمام انسانوں کے لئے ہے اور آخر تک کے لئے ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وما ارسلناك الا كافة للناس بشيرا ونذيراہ قل یاایھاالناس انی رسول الله الیکم جمیعاہ (اے محمد اور نہیں بھیجا ہم نے تمہیں مگر تمام لوگوں کے لئے نعمائے جنت کی بشارت دینے والا اور آخرت کی سزا سے آگاہ کرنے والا رسول بنا کر۔ اے محمد کہہ دو کہ اے لوگو میں سب کی جانب اللہ تعالی کا رسول ہوں)

اسی طرح جو قرآن مجید آپؐ پر نازل کیا گیا اس کی ہدایت بھی عام ہے۔ تمام انسانوں کے لئے ہے اور قیامت تک کے لئے ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

تبارك الذی نزل الفرقان علی عبده لیکون للعالمین نذیراہ۔ (الفرقان) ان ھو الا ذکری للعالمین ہ ۔(انعام) وما ھی الا ذکریٰ للبشر ہ ۔(مدثر) ھدی و ذکریٰ لاولی الالباب ہ ۔(مومن)۔ (بابرکت ہے وہ ذات جس نے نازل فرمائی حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب اپنے بندہ محمدؐ پر تا کہ وہ تمام جہانوں کو (گمراہی کے انجام سے) ڈرائیں۔) (نہیں ہے وہ مگر یاددہانی تمام جہانوں کے لئے۔) (اور نہیں ہے وہ مگر یاددہانی ہر بشر کے لئے۔) (رہنمائی اور یاددہانی ہے عقل والوں کے لئے۔)

پس جس طرح انبیاء اور رسولوں کی بعثت و نبوت حق تعالی کی جانب سے تمام مخلوق کے لئے ہدایت بھی ہے اور روز حشر حجت تام بھی ہے۔ اسی طرح قرآن مجید فرقان حمید بھی حق تعالی شانہ کی جانب سے تمام مخلوق کے لئے پیام ہدایت بھی ہے اور حجت تام بھی ہے جو

روز حشر سرکش باغی انسانوں پر قائم کی جائیگی اوران سے کہا جائے گا۔

الم یأتکم ایاتی تتلیٰ علیکم فکنتم بھا تکذبون ۔(مومنون) (کیا تمہارے پاس میری آیات نہ پہنچی تھیں جوتم پر پڑھی جاتی تھیں اورتم ان کوجھلاتے تھے؟)

جب یہ پیام خداوندی اور ہدایت ربانی تمام انسانوں کے لئے ہے تو اس کو تمام انسانوں تک پہنچانا بھی ضروری تھا۔چنانچہ پروردگار عالم کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے۔

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك فان لم تفعل فما بلغت رسالته ۔(اے رسول لوگوں کو پہنچادو جوتمہاری طرف تمہارے پروردگار کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اوراگرتم نے ایسا نہ کیاتو اس کی رسالت کا حق ادا نہ کیا)۔

اب جن لوگوں تک بھی قرآنی دعوت پہنچ جائے گی ان کے حق میں حق رسالت کی ادائیگی بھی ہوجائے گی اور گمراہی کے برے انجام سے آگاہی بھی جوقرآن مجید کے نزول کےاہم مقاصد سے ہے۔جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے۔

ولوحی الی ھذاالقرآن لانذرکم به ومن بلغ ۔(اورمیری طرف یہ قرآن اس لئے وحی کیا گیا ہے میں تمہیں بھی گمراہی کے انجام سے آگاہ کروں اوران کو بھی جن تک قرآن پہنچے)۔

احادیث ذیل سے اس آیت کی پوری وضاحت سامنے آجائے گی۔

حضرت ابن عباسؓ آیت کی تفسیر فرماتے ہیں کہ مراد اہل مکہ ہیں اور جس شخص تک بھی قرآنی دعوت پہنچ جائے تو قرآن مجید اس کے حق میں گمراہی کے انجام سے آگاہ کرنے والا ہے۔(درمنثور)

حضرت مجاہد اس آیت سے استدلال کر کے فرماتے ہیں کہ جہاں قرآن مجید پہنچ گیا تو وہ اس قوم کے لئے حق کا داعی ہے۔ اور اس کو گمراہی کے انجام سے آگاہ کرنے والا ہے۔ اور قرآن مجید عرب اور عجم دونوں کے حق میں حق تعالیٰ کا نذیر ہے (درمنثور) حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ جب آیت و اوحی الآیہ نازل ہوئی تو رسول اللہؐ نے کسریٰ اور قیصر اور نجاشی اور ہر جابر بادشاہ کو خطوط بھیجے جن میں ان کو اللہ عزوجل کی جانب دعوت دی (درمنثور) تاکہ جس حد تک جن اقوام تک اور جن سلاطین عالم تک بھی آپ اس قرآنی دعوت کو پہنچا سکیں پہنچا دیں اور اس کے وحی و نزول کا مقصد پورا ہوا۔

حضرت کعبؓ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ کی بارگاہ میں بعض قیدی پیش کئے گئے تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا کیا تمہیں اسلام کی دعوت دی گئی؟ انہوں نے عرض کیا۔ ''نہیں''۔ آپ نے ان کو رہا فرما دیا اور یہ آیت تلاوت فرمائی قل اوحی الی الآیہ۔ پھر آپؐ نے فرمایا ان کو چھوڑ دو تاکہ یہ اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جائیں کیونکہ ان کو اسلام کی دعوت نہیں دی گئی ہے (درمنثور)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا'' جس شخص کو یہ قرآن پہنچ گیا وہ ایسا ہے کہ میں نے گویا اس سے بالمشافہ بات کر لی (اور اس تک خود پیام الٰہی پہنچا دیا) پھر آپؐ نے آیت قل اوحی الی الآیہ تلاوت فرمائی (درمنثور)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے آیت و اوحی الی الآیہ کی تفسیر میں مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ تم اللہ کی طرف سے لوگوں کو پہنچاتے رہو۔ کیونکہ جس شخص کے پاس کتاب اللہ کی ایک آیت بھی پہنچ گئی اس کے پاس اللہ

تعالیٰ کا حکم پہنچ گیا۔ (درمنثور از ابن جریر وغیرہ)

حضرت امام حسنؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔" لوگو تم دوسروں کو پہنچاتے رہو۔ چاہے کتاب اللہ کی ایک ہی آیت ہو کیونکہ جس شخص کو کتاب اللہ کی ایک آیت بھی پہنچ گئی اس کو اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچ گیا چاہے وہ اس حکم کو قبول کرے یا رد کردے (درمنثور از ابن جریر)

ان احادیث سے آیت کی بخوبی توضیح ہوگئی اور معلوم ہوگیا کہ قرآنی دعوت اور اسلامی اصول کو دیگر اقوام تک ایسی طرح واضح طور پر پہنچا دینا کہ ان کی سمجھ میں آ جائے۔ یہ بھی ضروریات دین اور دینی فرائض میں سے ہے۔ اور قرآن مجید کے نزول کا اہم مقصد ہے۔ چاہے وہ لوگ اس کو قبول کریں یا نہ کریں، اسی مقصد کو قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

وما علی الرسول الا البلاغ المبین ٥ وما علی رسولنا البلاغ المبین ٥ ۔ (اور نہیں ہے رسول کے ذمہ مگر واضح کرکے پہنچا دینا ۔ اور بیشک ہمارے رسول کے ذمہ واضح کرکے پہنچا دینا ہے)۔

اب اس پر غور کرلیا جاوے کہ اس بارہ میں ہمارے سے کس قدر کوتاہی ہورہی ہے۔

اس امر پر بھی غور کرلینا ضروری ہے کہ قرآن مجید فرقان حمید علمی تاریخی حیثیت سے نازل نہیں ہوا بلکہ اس کی تمام آیات ہمیشہ کے لئے عملی رہنمائی ہیں۔ اسی لئے ناسخ و منسوخ آیات کی صراحت و وضاحت ضروری سمجھی گئی اور منسوخ آیات کو منسوخ العمل قرار دیا گیا۔ اب اگرچہ ہم اعتقادی طور پر تمام قرآن مجید کو برحق مانتے ہیں اس کو احکام خداوندی اور

ہدایات ربانی کا مجموعہ جانتے ہیں۔خیر وبرکت اور حصول اجر وثواب کے لئے اس کی تلاوت بھی کرتے ہیں۔لیکن عملی حیثیت سے ہم نے معظم قرآن مجید کو نا قابل عمل قرار دیا ہوا ہے اور اپنی عملی زندگی سے خارج کیا ہوا ہے۔کیونکہ قرآن مجید کا پیشتر حصہ انہی امور پر مشتمل ہے۔ جن کو ہم اپنی عملی زندگی سے خارج کئے ہوئے ہیں۔

رب ان قومی اتخذوھذ االقران مھجورا ۔(پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو بے کار رہنایا ہوا ہے)۔

پھر اگر ذلت ونکبت میں مبتلا ہیں تو اس میں استبعاد کیا ہے؟جب قانون فطرت کی جانب سے لاپروائی برتی گئی تو قانون قدرت کے مطابق اس کا نتیجہ بھگتنا بھی ناگزیر تھا۔

ان امور پر اگر غور کیا جائے تو یہ اسلام کی نصرت وحمایت کی مختلف شکلیں ہیں۔اور اسی عہد و میثاق کی ادائیگی ہے۔جو روز ازل میں تمام اولاد آدم سے لیا گیا ہے۔یہ امور جن کی جانب میں نے توجہ دلائی ہے کوئی جدید نظریات نہیں بلکہ ہر دور میں علمائے حق ان کی جانب توجہ دلاتے رہے اور ان کی فرضیت اور اہمیت کو نمایاں کرتے رہے۔انفرادی طور پر ان کی ترویج میں کوششیں بھی ہوتی رہی لیکن جو کام اجتماعی کرنے کے تھے وہ انفرادی مساعی سے کس طرح رواج عام اختیار کر سکتے تھے۔لامحالہ ملت سے چھوٹ گئے۔

میں نے اپنی معلومات پیش کردی،اب ان پر غور کرکے ملت اسلامیہ کی صحیح رہنمائی کرنا علماء کرام کا کام ہے۔جو انبیاء کرام کے وارث وجانشین ہیں۔جب تک ملت اسلامیہ کی صحیح رہنمائی نہ ہوگی۔یہ بگاڑ وفساد،یہ نکبت وذلت دور نہیں ہوسکتی۔

یہ سمجھنا کہ تعلیم وتبلیغ،درس وتدریس،وعظ وتذکیر،تصنیف وتالیف نشر واشاعت

وغیرہ امور جو دینی مرکز میں انجام پارہے ہیں۔ انہیں مذکور کی ادائیگی ہے ایک صریح مغالطہ اور غلط فہمی ہے کیونکہ جو امور دینی مراکز میں انجام پا رہے ہیں وہ اگرچہ دینی اہم خدمات ہیں (اور اس بارہ میں ملت علماء کرام کی ممنون احسان وشکر گذار بھی ہے) پھر بھی یہ امور دین کی حفاظتی تدابیر ہیں، دین کی نصرت وحمایت نہیں ہیں اور نہ نصرت وحمایت کے اصل مقاصد کو پورا کر رہی ہیں، جن سے ملت کا عروج وفروغ وابستہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ان حفاظتی تدابیر کی انتہائی فراوانی کے باوجود ملت زوال پذیر ہے اور روز بروز انحطاط ہی ہو رہا ہے۔ اور مسلمان ان بیس سال میں اس قدر گر گیا ہے جس کا بیس سال پہلے وہم وگمان بھی نہ تھا پھر یہ نتیجہ معکوس کیوں برآمد ہو رہا ہے؟ اگر نصرت وحمایت کی ان اقدامی شکلوں کو ان حفاظتی تدابیر کے ساتھ مجتمع کر لیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان سر بلند نہ ہوں۔ الحق یعلوء ولایعلی وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب وسلام علی المرسلین ٥

خاک پائے علماء　　　　دار الاشاعت

محمد احتشام الحسن　　　　کاندھلہ ضلع مظفر نگر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"نہایت ضروری انتباہ"

میری عادت ہے کہ میں جو بھی تحریر لکھتا ہوں چھپوانے سے پہلے وہ متعدد علماء کرام کو دکھا لیتا ہوں تا کہ اگر کوئی غلطی ہو تو اس کو صحیح کرلیا جائے غلط بات نہ پھیلے۔ اس تحریر کو لکھنے کے بعد میں نے حضرت مولانا محمد میاں صاحب کے پاس بھیجا کہ اس کی صحت فرما کر اخبار الجمیعۃ میں شائع کردیا جائے۔ اخبار الجمیعۃ کی اشاعت کے بعد مفتی محمود حسن گنگوہی مفتی دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور کے پاس بھیجا کہ اگر کوئی غلطی ہو تو اس سے مطلع کردیا جائے۔ جب مفتی صاحب موصوف نے اس کی تصدیق فرمادی تو پھر حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم کے پاس اس کو بھیجا کہ اگر آپ اس سے متفق ہوں تو اس کو ماہنامہ "دارالعلوم" میں شائع فرمادیں تا کہ اس سلسلہ میں علماء دیوبند کا مسلک واضح ہو جائے۔ ماہنامہ دارالعلوم میں اشاعت کے بعد جب ہر طرح اس کی اشاعت پر اطمینان ہو گیا تو عام ضرورت کے پیش نظر اس کو رسالہ کی صورت میں شائع کیا جارہا ہے۔ یہ بالکل وہی مضامین اور مقاصد ہیں جو میں نے اب سے چالیس بیالیس سال قبل سیدی و مرشدی حضرت اقدس مولانا شاہ محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے ارشاد سے احیاء العلوم امام غزالی اور مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ کی تصانیف سے اخذ کر کے متعدد رسالوں، مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج، اصلاح انقلاب، اصلاح معاشرت، اسلامی زندگی، پیام عمل مکافات عمل میں شائع کیے اور اس وقت کے اکابرین علمائے امت سے ان کی تصدیق کرائی جو برابر تبلیغ کیا ہے؟ کے نام سے شائع ہو رہے ہیں۔ اس سب کے باوجود یہ نظام الدین کی موجودہ تبلیغ کی تائید نہیں ہے۔ اور نظام الدین کی موجودہ تبلیغ میرے علم و فہم کے مطابق نہ قرآن و حدیث کے موافق ہے اور حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث

دہلوی اور علماء حق کے مسلک کے مطابق ہے۔ جو علماء کرام اس تبلیغ میں شریک ہیں ان کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ اس کام کو پہلے قرآن وحدیث ائمہ سلف اور علماء حق کے مسلک کے مطابق کریں۔

چونکہ ایک غلط چیز دین کے نام سے پھیل رہی ہے اور تبلیغ کے نام پر غلط فہمی پھیل رہی ہے۔ یہی میرے نزدیک تمام آفات وبلایا کے نزول کا اصل باعث ہے۔ اسی ضرورت نے مجھے اس رسالہ کی اشاعت پر مجبور کیا تا کہ علماء کرام اس کی طرف توجہ فرمادیں اور ان خرابیوں کا انسداد فرمادیں جن کی وجہ سے ملت تباہی اور بربادی میں مبتلا ہورہی ہے۔ یہی اصل مقصود ہے۔ وما علینا الا البلاغ

میری عقل وفہم سے یہ چیز بہت بالا ہے کہ جو کام حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ؒ کی حیات میں اصولوں کی انتہائی پابندی کے باوجود صرف بدعت حسنہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کو اب انتہائی بے اصولی کے بعد دین کا اہم کام کس قرار دیا جارہا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ؒ نے اس کو فیوض الحرمین میں بدعت حسنہ ہی کی حیثیت سے اختیار فرمایا ہے۔ اور اسی سے میں نے اس کام کو اخذ کیا۔ اور اب تو منکرات کی شمولیت کے بعد اس کو بدعت حسنہ بھی نہیں کہا جاسکتا۔ میرا مقصد صرف اپنی دینی ذمہ داری سے سبکدوش ہونا ہے، اور اس غلط فہمی کو دور کرنا ہے جو میرے رسائل کی وجہ سے پھیل رہی ہے۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنك رحمة انك انت الوھاب ہ

خیر اندیش

محمد احتشام الحسن

دارالاشاعت کاندھلہ ضلع مظفرنگر یو۔پی

۲ صفر المظفر ۱۳۸۷ھ

۱۳ مئی ۱۹۶۷ء